پھر وہی رویت ہلال

از حاجی احسان الحق صاحب بجنوری ایم۔ ایس۔ سی۔ سابق لکچر طبعیات مسلم یونیورسٹی علی گڈھ

ماہنامہ برہان کی گذشتہ اشاعتوں (اکتوبر تا دسمبر ۷۰ء) میں مولانا محمد برہان الدین سنبھلی کا ایک مقالہ بعنوان "خبر رسانی کے موجودہ وسائل اور رویت ہلال کا مسئلہ" شائع ہوچکا ہے۔ میں نے اس مضمون کا مطالعہ کیا۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے بہت عمدہ مضمون ہے۔ ہر پہلو پر خوب روشنی ڈالی ہے۔ مگر بعض جگہیں تشنہ ہیں۔ درخواست ہے کہ ان گوشوں پر بھی روشنی ڈالی جائے۔

یہ نہ معلوم ہوسکا کہ خبر رویت ہلال کی رمضان شریف میں کب تک آجانی چاہئے۔ عشار تک، سحر تک، ضحوہ کبریٰ تک یعنی نصف النہار شرعی تک تاکہ روزہ کی نیت صحیح وقت پر ہوجائے یا انیس ۱۹ یا بیس ۲۰ تک تاکہ اعتکاف صحیح ہوجائے۔ یا تیس ۳۰ تک غروب آفتاب سے پہلے تاکہ روزہ افطار کرلیا جائے کیوں کہ یکم شوال کو روزہ رکھنا حرام ہے۔

اگر حج میں لوگوں کو بذریعہ خبر موجب معلوم ہو کہ رمضان کا پہلا روزہ فلاں دن ہوا تھا۔ اور ہندوستان میں ایک دن بعد یا دو دن بعد کو روزہ رکھا تھا تو کیا ہندوستان میں ایک یا دو روزے اور رکھنے ہوں گے۔ یا کسی اور طریقہ پر رمضان گذرنے کے بعد معلوم ہو تو کیا صورت ہوگی۔

مولانا کفایت اللہ صاحبؒ نے ۲۴ رمضان ۵۹ھ مطابق ۲۲ جولائی ۴۰ء بروز جمعہ فتویٰ دیا کہ آج ۲۵ رمضان ۵۹ھ مانی جائے اس پر روشنی ڈالی جائے۔

اگر ایسی خبر ذی الحج کے چاند کے متعلق ۸ ذی الحج کو آئے تو ۶ ذی الحج کو، ذی الحج مان کر

۸ر ذی الحج کو منا چلدیں گے اور ۹ر ذی الحج کو عرفات میں ہوں گے۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ ۶ دن تک حج کے لئے رویت کا انتظار کرنا چاہئے۔ کیا چھ دن کا انتظار اوائل رمضان میں آئندہ عید الفطر کے لئے یا ایک روزہ یا دو روزے رکھنے کے لئے بھی کرنا چاہئے۔

میری ناقص رائے میں قانون ایک ہی ہونا چاہئے اور اس طریقہ پر فاصلہ کی تعین بھی ہو جاتی ہے۔ ۱۶ کروہ فی روز یعنی ۱۶×۶ = ۹۶ کروہ = ۱۱۰ میل انگریزی = ۱۷۶ کلومیٹر کیوں کہ رفتار اوسط لینی چاہئے۔ رفتار قرون اولیٰ کی ہی ماننی چاہئے۔ میری عرض یہ ہے کہ فاصلہ کے لئے ایک شرعی نشان موجود ہے۔ فاصلہ کی حد کے لئے تبرکاً جزیرۃ العرب (جو صرف مسلمانوں کے لئے کر دیا گیا تھا) کے حدود سے کام لے سکتے ہیں یا حج کے لئے جو میقات مقرر ہیں ان سے اندازہ لگا سکتے ہیں مجھے تعجب ہے کہ فرمان نبوی کے ہوتے ہوئے کہ ہم امی ہیں یعنی حساب سے تعلق نہیں ہے پھر فن ہئیت کا ذکر کیوں کیا جاتا ہے اور اس سے کام لینے کی کیوں کوشش کی جاتی ہے۔ سوال کیا جاتا ہے کہ فن ہئیت کے لحاظ سے مطلع کب بدل جاتا ہے۔ چھ دن کے اندر خبر آئے یا تیس ۳۰ دن کے اندر خبر آئے جو متقدمین نے طے کر دیا ہے وہ سر آنکھوں پر ہے۔ ممکن ہے کوئی صاحب یہ فرمائیں کہ زمانۂ نبوی میں عرب ہئیت سے واقف نہیں تھے میری جہاں تک معلومات ہیں عرب واقف تھے۔ القمر الجدید کے متعلق ایک میٹان دور ہے (METON CYCLE) جس کو میٹان صاحب یونانی نے ۴۳۳ سال قبل حضرت عیسےٰ علیہ السلام دریافت کیا تھا۔ یعنی حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ہزار برس پہلے اور یہ بھی لکھا ہے کہ ممالک شرقیہ میں اس سے پہلے معلوم تھا یہ دور ۱۹ سال کا ہے جس کے ذریعہ اب بھی یکم جنوری کو چاند کی عمر معلوم کی جاتی ہے جس کو ایپکٹ (EPACT) کہتے ہیں مفصل معلومات کے لئے مولانا اسحٰق النبی علوی رامپوری کا مضمون توقیتی تعداد برہان ۱۹۶۸ء مئی تا دسمبر دیکھئے جس میں مولانا موصوف نے خوب ثابت کیا ہے کہ عرب چاند کے منازل سے خوب واقف تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امی کہہ کر ہم کو اس دردسری سے بچایا۔ مگر معلوم نہیں کیسے ان اصحاب نے جن کی خاکِ پا میرے لئے نجات کا باعث ہے یہ لکھ دیا کہ فن ہئیت سے مطلع کب بدل جاتا ہے اور اس سے مسافت کا اندازہ لگاتے ہیں۔ ذی الحج میں تو

۲۰ دن انتظار کرنا ضروری ہے۔ اور اگر رمضان شریف کے لئے انتظار ۳۰ دن کرنا ہو تو ۱۶×۳۰=۴۸۰ کروہ=۵۰۰ میل انگریزی یا اس سے زیادہ مقرر کریں اس میں فن ہیئت سے کام نہ لیا جائے اور پھر چاہے خبر ریڈیو کے ذریعہ سے آجائے۔ ریڈیو کو علماء کرام جانیں کہ کس طرح اس سے کام لیا جائے۔ فاصلہ کے معاملہ میں سعادت اس میں ہے کہ وہ حضرت کریبؓ والی حدیث کو سامنے رکھتے ہوئے (جب کہ مدینہ طیبہ میں ۲۹واں روزہ تھا) اس فاصلہ سے کم ہو جو دمشق (شام) اور مدینہ طیبہ میں ہے یعنی ۶۲۰ میل کے قریب۔ اور خبر آنے کا زمانہ بھی ۲۹ دن سے کم ہو یعنی ۶ دن ہو یا ۱۸ دن یا ۱۵ دن یا ۲۸ دن ہو۔ بیت المقدس سے مدینہ طیبہ کا فاصلہ ۵۵۵ میل ہے۔

صفحہ ۳۰۷ پر یہ لکھا ہے کہ مکہ مکرمہ اور ریاض کے درمیان ایک ہزار میل کا فاصلہ ہے۔" حالانکہ ۵۰۸۵ میل کا فاصلہ ہے۔

صفحہ ۳۰۸: "علم ہئیت کے اعتبار سے جتنی مسافت پر مطلع بدل جائے" خاکسار کا خیال یہ ہے کہ علم ہئیت سے کام نہ لیا جائے۔ علاوہ اس کے جن دو مقامات میں ان کے مطالع میں اشتراک ہوگا آپ کتنے عدم اشتراک کو نظر انداز کرنا چاہتے ہیں۔

صفحہ ۳۰۷: "مقام رویت سے اتنا فاصلہ کہ جہاں عادۃً" چاند نظر آجانا چاہئے۔ (اگر کوئی مانع نہ ہو) قریب ہے اس سے زیادہ بعید ہے۔" اس کی بھی تشریح کی ضرورت ہے۔

صفحہ ۳۰۷: "ایک اقلیم کے تمام حصے قریب ہیں اور دوسری اقلیم میں واقع حصے بعید ہیں۔" اقلیم جو خط استوا سے ملی ہوئی ہیں وہ قریب ۲۴ ہزار میل لمبی ہیں جس کا آدھا ۱۲ ہزار میل ہوا اسکے یہ معنی ہوئے کہ ۱۲ ہزار میل تک مطلع ایک ہے۔ اور شمالاً اور جنوباً (۷۰۰) سات سو میل ہے۔ کیا اقلیم کے یہ ہی معنی ہیں۔ (ساری دنیا کو ہفت اقلیم مانا گیا تھا) (فتح الباری صفحہ ج ۴)

صفحہ ۳۰۸: مجھے حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصبہ سے ایک مہینہ کی مسافت کے متعلق استدلال سمجھ میں نہیں آیا مہربانی فرما کر اس کی بھی وضاحت کی جائے۔

صفحہ ۳۰۹: "۲۴ فرسخ پر مطلع بدل جاتا ہے" پھر یہ ہی سوال پیدا ہوتا ہے مطلع سے

کیا مطلب ہے؟

ارشاد نبوی کو سامنے رکھتے ہوئے کہ "ہم اُمّی ہیں مہینہ ۲۹ کا یا ۳۰ دن کا" جس کے معنی یہ ہیں کہ مہینہ ۲۸ دن کا یا ۳۱ دن کا نہیں ہوگا اور ایک نتیجہ یہ بھی نکلتا ہے کہ ایک دن سے زیادہ کا فرق نہیں ہوگا۔ میں نے انیس[۱۹] سالہ دور کے ماتحت بیس[۲۰] سال کے القمر الجدید لیے (یعنی ۱۹۵۲ء سے ۱۹۷۱ء تک) اور ان سے یہ نتیجہ نکلا کہ واقعی اختلاف مطالع معتبر نہیں ہے۔ یعنی حضرت امام ابو حنیفہؒ کا مذہب بالکل صحیح ہے۔

پہلے تو میں نے ۱۲ مہینے ۱۹۵۲ء کے لئے اور یہ اصول قائم کیا کہ اگر ۲۹ کو چاند نہ ہوا تو موجودہ مہینہ ۳۰ دن کا مانا جائے اور کہیں سے خبر نہ منگائی جائے یعنی اصل طریقہ قائم رکھا اور حسب ذیل نتیجہ نکالا۔

پہلا:

مہینہ	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲
دن	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۳۰	۲۹	۳۰	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹

دوسرے میں نے یہی ۱۲ مہینے ۱۹۵۲ء کے لئے اور یہ اصول قائم کیا کہ مغرب سے چار ہزار میل سے یعنی ۴ گھنٹے کے بعد اگر خبر آئے تو ۲۹ کا موجودہ مہینہ مان لو۔ اور چار[۴] گھنٹے کے بعد یعنی چار ہزار میل سے زیادہ فاصلہ سے خبر آئے تو ۳۰ دن کا موجودہ مہینہ مان لو۔ حسب ذیل نتیجہ نکالا۔

دوسرا:

مہینہ	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲
دن	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰

یہ دوسرا طریقہ اس وجہ سے لیا کہ اس زمانہ کے معلومات کو سامنے رکھتے ہوئے جب کہ امریکہ نہیں دریافت ہوا تھا اور ربع مسکون کا نظریہ تھا جو ناف عالم یعنی مکہ مکرمہ سے ہر طرف کو

ساٹھ درجہ ہوتا ہے جو مشرق و مغرب چار گھنٹہ کی برابر ہے۔ زمین کا محیط قریب ۲۴ ہزار میل ہے اور یہ ۲۴ گھنٹہ میں طے ہوتا ہے۔ یعنی ہزار میل کا فاصلہ ایک گھنٹہ میں طے ہوتا ہے۔ پندرہ (۱۵) درجہ ایک گھنٹہ میں طے ہوتا ہے۔

تیسرا: تیسرے میں نے یہ ہی بارہ مہینہ سنہ ۵۲ء کے لئے اور یہ اصول قائم کیا کہ مغرب سے ۶ ہزار میل سے یعنی ۶ گھنٹہ کے بعد اگر خبر آئے تو ۲۹ کا موجودہ مہینہ مان لو اور چھ گھنٹہ کے بعد یعنی چھ ہزار میل سے زیادہ فاصلہ سے خبر آئے تو موجودہ مہینہ ۳۰ دن کا مان لو۔ حسب ذیل نتیجہ نکالا۔

تیسرا

مہینہ	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲
دن	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰

یہ تیسرا طریقہ اس وجہ سے لیا کہ قرآن پاک میں جو مشرقین اور مغربین آئے ہیں ان کے یہ معنی لیے گئے ہیں کہ گرما کا مشرق اور سرما کا مشرق اس طرح سے ۳۶۵ مشرق ہوتے ہیں جو قیاس سے بعید ہیں۔ خاکسار کی ناقص سمجھ میں یہ آتا ہے کہ مشرقین سے دو مشارق ایک مشارق فوق افق اور دوسرا مشارق تحت الافق مراد ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ جو کہا گیا ہے چاہے مشرق سے خبر آئے یا مغرب سے تو اس سے مراد مشارق فوق الافق اور مغارب فوق الافق ہیں۔

چوتھا: چوتھے میں نے یہ ہی ۱۲ مہینہ سنہ ۵۲ء کے لئے اور یہ اصول قائم کیا کہ مغرب سے ۱۲ ہزار میل سے یعنی ۱۲ گھنٹے سے کم کے بعد خبر آئے تو ۲۹ کا موجودہ مہینہ مان لو اور ۱۲ گھنٹہ سے زیادہ کے بعد یعنی مشرق کیطرف سے خبر آئے تو ۳۰ دن کا موجودہ مہینہ مان لو مغرب کیطرف سے ۱۲ گھنٹہ کے معنی یہ ہیں کہ مشرق کی طرف سے ۱۱ گھنٹہ۔ حسب ذیل نتیجہ نکالا۔

چوتھا

مہینہ	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲
دن	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۳۰	۲۹	۳۰	۳۰	۲۹	۳۰

یہ چوتھا طریقہ اس وجہ سے لیا تاکہ مشارق و مغارب تحت الافق بھی لے لئے جائیں۔ آخری مشرق تحت الافق اور آخری مغرب تحت الافق ایک ہی ہیں۔ یعنی یہ وہ مقام ہے جو مغرب کی طرف سے ۱۲ گھنٹہ اور مشرق کی طرف سے بھی ۱۲ گھنٹہ کی دوری پر ہے۔

میں چاروں کو ایک جگہ لکھے دیتا ہوں تاکہ اندازہ لگانے میں آسانی ہو۔

مہینہ		۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲
پہلا طریقہ رویت	دن	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۳۰	۲۹	۳۰	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹
دوسرا طریقہ ربع مسکون	دن	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰
تیسرا طریقہ فوق الافق	دن	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰
چوتھا طریقہ تحت الافق	دن	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۲۹	۳۰	۳۰	۲۹	۳۰	۳۰	۲۹	۳۰

دو اصول لکھنے سے رہ گئے۔ (۱) جب ۲۸ دن یا ۲۸ دن سے زیادہ کے بعد خبر آئے، تو اس موجودہ مہینہ کو ۲۹ دن کا مان لو۔ (۲) جب ۳۰ دن یا ۳۰ دن سے زیادہ کے بعد خبر مغرب کی طرف سے آئے تو اس موجودہ مہینہ کو ۳۰ دن کا مان لو۔ ۲۸ دن والا قصہ تو رویت والے طریقہ میں بھی پڑتا ہے جو اعتراض کی بات نہیں ہے۔ ۳۰ دن سے زیادہ والا اس وجہ سے گوارا کیا جا سکتا ہے کہ ۳۰ تاریخ کو چاند دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ربع مسکون والا طریقہ ایسا ہے جس میں نہ ۲۸ کا معاملہ ہے اور نہ ۳۰ کا یعنی چار ہزار میل تک دونوں طرف کوئی حرج نہیں۔ یہ یاد رہے کہ اگر ۲۷ دن کے بعد خبر آئے تو ۲۸ کا مہینہ مانا جاتا لیکن ایسا نہیں ہوتا ہے۔ اور اگر ۳۱ دن بعد خبر آئے تو ۳۱ دن کا مہینہ مانا جاتا لیکن ایسا نہیں ہوتا۔ اس لئے ۲۷-۲۸-۳۱-۳۲ کا اندیشہ نہیں ہے۔ جیسا کہ بعض فقہاء کرام کی عبارتوں سے نتیجہ نکلتا ہے۔

اس اختلاف مطالع کے معاملہ میں اگر غور کرنے کی ضرورت ہے تو شمالاً جنوباً ہے۔ جب کہ ان عرض البلاد سے بحث کی جاتی ہے جو تحت الاعتدال نہیں ہیں۔ یعنی ۴۵ درجہ سے زیادہ ہیں جہاں عشاء کا وقت بعض ایام میں نہیں رہتا ہے یا بہت ہی کم ہوتا ہے۔ جہاں ظہر کا وقت جاڑوں میں

بہت ہی کم ہوتا ہے بلکہ بعض جگہ عصر کے وقت سے ظہر کا وقت کم ہوتا ہے۔ جہاں سورج اور چاند کئی کئی دن افق سے نیچے رہتے ہیں۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مطلع سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ مسافت سے ہے جو قرون اولیٰ میں ممکن تھی یعنی پیدل یا بیل۔ گھوڑا۔ اونٹ وغیرہ کے زمانہ میں۔

قصر کی رفتار اور آرام کرنے کے وقفہ کو نظر انداز کرتے ہوئے گھوڑا دوڑنے کی رفتار ۱۲ میل فی گھنٹہ اور ۲۴ گھنٹہ روزمرہ ۶ دن تک ۱۲ × ۲۴ × ۶ = ۱۷۲۸ میل یعنی دو ہزار میل تقریباً ہوتے ہیں۔ اور بجائے ۶ دن کے ۱۰ دن کا زمانہ لیتے ہیں تو ۲۸۸۰ میل ہوتا ہے۔ اگر زمانہ ۳۰ دن لیا جائے ۸۶۴۰ میل ہوتے ہیں۔ میں نے (۱۲۰۰۰) ۱۲ ہزار میل تک نکالا کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔ خاکسار کی درخواست ہے کہ فن ہیئت سے کام نہ لیا جائے اور نہ اس کا ذکر کیا جائے بلکہ قرون اولیٰ کی رفتار اور آرام کرنے کے وقفہ سے کام لیا جائے اور یہ بھی درخواست ہے کہ فاصلہ دمشق اور مدینہ طیبہ کے فاصلہ سے کم ہو اور خبر آنے کا وقفہ ۲۹ دن سے کم ہو یعنی ۶ دن ہو یا ۱۰ دن ہو یا ۲۰ دن ہو۔ غرض ہم کو حضرت کریبؓ والی حدیث کو بنیاد بنانا چاہیے۔ اور اصل میں چاہیے تو یہ کہ تراویح کے لیے ۱۲ میل تقریباً کی خبر سے کام لیا جائے اور سحر کے لیے ۹۶ میل تقریباً سے کام لیا جائے اور نصف النہار شرعی کے لیے یعنی روزہ رمضان کی نیت کے لیے اگر کچھ کھایا پیا نہیں ہے تو ۲۰۰ میل تقریباً سے کام لیا جائے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ اس طریقہ پر کام کیا جائے کہ جس سے قرون اولیٰ کے طریقہ کا اکرام و احترام ثابت ہو۔ مسافت کا معاملہ تو اس طریقہ پر مقرر کیا جائے چاہے خبر ریڈیو کے ذریعہ سے آئے اور ریڈیو کو کس طرح کام میں لایا جائے اس کو علماء کرام طے فرمائیں۔

بعض اصحاب یہ فرمائیں گے کہ میں فن ہیئت کے خلاف ہوں اور فن ہیئت سے کام بھی لے رہا ہوں۔ میں مجبوراً ایسا کرتا ہوں۔ اس وجہ سے کہ مکہ مکرمہ میں جو جنتری آئندہ سال کے لئے حکومت حجازیہ ایک سال پہلے تیار کراتی ہے وہ رویت کے مطابق نہیں ہوتی ہے۔ کبھی کبھی دو دن کا فرق ہندوستان کی رویت سے ہوتا ہے جو بالکل صحیح نہیں ہے۔ میں نے بارہ سے زیادہ چاند ایسے نکالے ہیں جو قمر غیر مرئی سے پہلے یعنی القمر الجدید سے پہلے دیکھ لئے گئے جو بالکل ناممکن ہے۔ ۱۳۸۹ھ یعنی ۱۹۶۹ء کے شوال

اور ذی قعدہ دونوں مل کر ۶۱ دن کے ہوئے یعنی ایک مہینہ ۳۰ دن کا اور ایک مہینہ ۳۱ دن کا ایک مہینہ ۲۹ دن کا اور ایک مہینہ ۳۲ دن کا۔ اور دعویٰ یہ ہے کہ رمضان شریف۔ شوال و ذی الحج کے چاند کے لئے رویت سے کام لیا جاتا ہے اور باقی نو (۹) مہینہ کے لئے جنتری سے کام لیا جاتا ہے۔ تفصیل کے لئے برہان جنوری ۱۹۵۸ء ملاحظہ ہو۔

میں نے علماء کے سامنے اپنے خیالات اور معلومات رکھ دیئے۔ اب ان کا کام ہے کہ وہ ان کو پسند فرمائیں یا جہاں شک ہو یا تشنگی ہو اس کے متعلق میں خدمت کے لئے تیار ہوں۔ میں تو خود حاضر ہوا ہوں اور بات صاف کی ہے لیکن اب مجبور ہو گیا ہوں کہیں آنا جانا نہیں ہو سکتا ہے۔

مجھے خوشی ہے کہ ہندوستان کے علماء ابھی تک صحیح طریقہ پر قائم ہیں اور رویت کے مطابق تاریخیں مقرر کرتے ہیں۔ میں نے دوسرے ممالک کی جنتریاں دیکھی ہیں وہ رویت کے مطابق نہیں ہیں۔ بعض القمر الجدید کے دن کو یکم قرار دیدیتے ہیں اور بعض دوسرے دن کو یعنی رویت کے دن کو یکم قرار دیتے ہیں جو صحیح نہیں ہے۔

آج کل سفر میں بہت آسانی ہوگئی ہے اور رفتار بھی کہیں ریل کی ہے اور کہیں ہوائی جہاز کی ہے۔ لیکن قصر کی مسافت کی مقدار وہی ۴۸ میل شرعی ہے جو میرے لئے خوشی کی بات ہے کہ ابھی ہم قرون اولیٰ کے طریقہ پر قائم ہیں، اور ہونا بھی یہی چاہئے۔ مگر معلوم نہیں کیسے فن ہئیت سے کام لے رہے ہیں اور بعض جگہ لینے کی کوشش ہے۔ میں کج فہم بہت سنتا رہتا ہوں کہ یہ بدعت وہ بدعت میری علماء کرام سے درخواست ہے کہ وہ فن ہئیت سے کام لینے پر بھی روشنی ڈالیں۔ کہاں فن ہیئت سے کام لے سکتے ہیں اور کہاں کام لینا بدعت ہے۔

انشاء اللہ تعالیٰ مفصل مضمون اختلاف مطالع پر لکھوں گا جس میں حضرت امام ابو حنیفہ رح کے نظریہ کو کہ "اختلاف مطالع معتبر نہیں ہے" ثابت کروں گا۔